۸۷۴ و ۸۸۹ و ۹۰۴ و ۹۱۵ و ۹۱۸ و ۹۳۳ و ۹۳۶ و ۹۵۶ و ۹۶۴ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۱ و ۹۷۶ و 18 و 27 و 28 و 29 و 30 و 31 و 32 و 39 و 69 و 88 وغیرہ وغیرہ۔

جس چیز کو معدوم کہا جائے وہ کم از کم اتنی تو ہو، ورنہ پھر جھوٹ بولنے کا مزہ ہی کیا:-

یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ! یہ ہے ادیبوں کا ہمارے سلیقہ!

لا تقل بیستر علی زلتی بل بها اصبح فی الخلق خلل
ان تکن عندك مستحقرة فهی عند الله والناس جبل

جواب لطیفہ (ا) بیشک میرا علمی سفر اور اُس میں میری کامیابی آپ کے عشرہ مزید فیہا میں سے تھا۔ اسی لیے تو میں نے اُس کو نمبر ۱۳ کے ساتھ اضافہ کر دیا۔ (ب) پھر بیچارے ڈاکٹر آٹو اشپیز کے نام کو تحریف کی چکی چلا کر (پیس) کر دیا اگر وہ آپ کو بگاڑ کر غبو غبداللہ کہہ دیں تو بُرا نہ مانیں۔ (ج) آپ ہی کی تاریخ دانی ہے اس کی گنجائش ہو کہ کہیں کہ جس مؤلف (میمن) کی کتاب مصر میں ۳۱ جنوری ۱۹۳۶ء میں چھپی ہے اُس نے اُس کتاب کو کیوں نہ دیکھ لیا جو ۱۵ مئی ۱۹۳۶ء کو دہلی میں چھپیگی۔ ایسی ہی ایک اور مثال بجواب ص ۲۷۱ گذر چکی ہے:-

تخلّت نعت الخیل لا انت قدتها ولا قادها جدّك فی سالف الدهر

رہا یہ امر کہ وہ میری نظر سے کیوں اوجھل رہی؟ گویا وہ آپ کے تو ہر دم پیش نظر رہتی ہے! سو یہ کوئی ضروری نہیں کہ اثنائے تالیف میں مؤلف اپنی جن تالیف کا پروپیگنڈے کے طور پر ذکر کر دے، وہ آئندہ مشہور ہو کر زندہ بھی رہی ہوں اور بیچارے مغلطای کی اکثر کتابیں تو بعد از وفات برباد ہو گئی تھیں، خود آپ التوضیح والبیان عن معانی شعر حسان اپنی ایک فرضی تالیف کا ذکر کرتے ہیں جو ہنوز بطن مادر (مؤلف) سے برآمد ہی نہیں ہوئی، حالانکہ یہ نام بھی آپ نے ایک مصری اور معاصر مؤلف سے حسب عادت اُڑا لیا ہے التوضیح والبیان عن شعر نابغہ ذبیان۔

بک رہا ہے جنوں میں کیا کیا کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

احادیث زبان استعام صعدا

ص ۲۸۰ میمن صاحب اپنی تالیفات[1] سے عربی زبان کو مکدر کر رہے ہیں، اور اُس کا بچانا ہر مؤمن (برادری کے

(۱) ۱۔ خلاصۃ السیر۔ ۲۔ ابن رشیق۔ ۳۔ النتف۔ ۴۔ ۶۔ ثلاث رسائل۔ ۷۔ زیادات المتنبی۔ ۸۔ ابو العلاء۔ ۹۔ الملئکۃ۔ ۱۰۔ الفائت ۱۱۔ ما اتفق لفظہ۔ ۱۲۔ ابواب مختارہ۔ ۱۳۔ جاویدان خرد۔ ۱۴۔ المداخل۔ ۱۵۔ سمط اللآلی۔ ۱۶۔ نسب عدنان۔ (بقیہ بر صفحہ

آدمی) کا فرض ہے۔

(۹۰) افسوس! آپ کی یہ تمنا کبھی بر نہ آئیگی، کہیں عربی کا تنقیہ کرنے کی بجائے خود اپنا ہی تنقیہ نہ کرالیں۔

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ تجری الریاح بما لا تشتہی السُّفُن

ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی! کیں رہ کہ تو می روی بہ ترکستانست

آپ کی یہ غلط سلط ہندی جس کے جسم میں ژولیدہ بیانی کا کوڑھ اور جس کے سر پہ جہل وکذب کا مرصّع تاج ہے، نہ ناظرین کے کسی مرض کی دوا ہے اور نہ عالم عربی تک آپ کی یہ ہائے وائے پہنچتی ہے۔ لہذا وائے بریں نامرادی! کہ دل کی دل ہی میں رہی، اور ہمیں اپنے کاموں سے کسی طرح باز نہ آیا۔ علمائے عرب و مستعربین میں بقول معارف اُس کی گونج اور دھوم ہے، اور بقول سید بیرونِ ہند میں صرف وہی جانا جاتا ہے۔ بیندیش زاں دشنہائے فراخ کز آوازہ گردد گلو شاخ شاخ۔

واتعب خلق اللّٰہ من بات حاسداً لمن ظلّ فی نعمائہ یتقلّب

جواب نمبر مئی ۳۸ء (۲)

ص ۳۴۵ (۱) سبابی ثیاب الشرب کو میں نے سبائب تجویز کیا تھا اور آپ سبانی۔ ص السمط ج سبائب زیادہ اور سبانی کمتر مستعمل ہوتا ہے۔ میں نے ایک لفظ تجویز کرتے ہوئے دوسرے کا راستہ بند نہیں کیا تھا۔ اگر لغت سے سبائب ثابت ہے، تو پھر یہ تغلیط کیا ہوئی؟ کیا مؤلف نے آپ کے کان میں الگ لیجا کر کچھ پھونک دیا تھا، یا آپ عالم غیب تھے؟ ام انت امرؤ لہ ندٌ کیف تقول

(۲) میرا ادنیٰ ظلم پر (کذا) لکھنا گناہ کبیرہ ہے، یہ تو بقول آپ کے فصیح ثعلب پڑھنے والوں تک کو معلوم ہے (ص السمط د) اور ہمیں بھی معلوم ہے دیکھیے یا کسی بینا سے پڑھوا لیجیے۔ ص ۱۳۵ بآخر الغمارس ادنی ظلم اول کل شیئ۔

(۳) طلق محرّ کا یہاں بمعنی نصیب نہیں بلکہ شوط (دوڑ)۔ ص السمط ھ

یہاں کا نہ کہیے، اس کے لیے تو فہم و تدبر درکار ہے؟؟؟ دیکھیے تاج میں عن الاساس ہے الطلق

(بقیہ حاشیہ صفحہ) ۱۷۔ دیوان الافوہ۔ ۱۸۔ دیوان الشنفری۔ ۱۹۔ فرائد القصائد۔ ۲۰۔ دیوان ابراہیم الصولی۔ ۲۱۔ اختیار الجرجانی۔ ۲۲۔ الفاضل للمبرد۔ ۲۳۔ دیوان سحیم العبد۔ ۲۴۔ دیوان حمید بن ثور۔ ۲۵۔ دیوان کعب۔ ۲۶۔ النکت علی الخزانہ۔ ۲۷۔ حواشی اللسان۔ ۲۸۔ جبال تہامہ۔ ۲۹۔ المقصور للفراء۔ ۳۰۔ التنبیہات۔ وغیرہ وغیرہ۔

النصیب واصلہ من طلق الفرس۔

(۴) ولہ تقدم سبق پر میرا (کذا) لکھنا عجز ہے، آپ سبق یا سنق تجویز کرتے ہیں۔ (ص ھ)

آپ ایڈیٹر کے فرائض سے قطعاً نابلد ہیں۔ "کذا" وہیں لکھا جاتا ہے جہاں موجودہ صورت موزوں نہ ہو جس کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ مگر آپ کا سبق اور سنق آپ کے بہت سے کاموں کی طرح بے ربط ہے۔

ومن البلیۃ عذل من لا یرعوی   عن جہلہ وخطاب من لا یفھم

(۵) البیض تربا پر "کذا" لکھا ہے، جس کا صحیح تربا ہے، جو اتراب کے معنی میں ہے۔ (ص ۷)

ذرا آنکھیں کھول لیں تربا ہی تو لکھا ہے، رہا ترب (ہمجولی) کا جمع کے معنی میں آنا تو اس کا اثبات حتی یلج الجمل فی سم الخیاط ممکن نہیں۔ اسی وقت کے پیش نظر ایڈیٹر نے لفظ "کذا" لکھ دیا ہے جو اسی کام کے لیے بنایا گیا تھا۔

(۶) حادھا یا جادھا کی بجائے عادھا چاہیے۔ (ص ۷)

اور ہے بھی! چشمہ لگا کر دیکھیے ص ۱۳۵ فہارس (الاحبۃ عادھا) یہاں کمپوزیٹر نے حا سے لکھ دیا تھا، جس کی اصلاح کر دی گئی تھی، اور اب آپ کی ہو رہی ہے۔

(۷) یضوع اغانیا مہمل ہے صحیح یصوغ ہے۔ (ص ۷)

مہمل تو "غیر موضوع لمعنی" کو کہتے ہیں، مگر "یضوع" کے جملہ معاجم میں آٹھ دس معانی لکھے ہیں۔ تو پھر کیا یہ تہمت بمقتضائے حدیث نبوی آپ ہی کی طرف نہ عودت کریگی؟ سو آپ کا غیر موضوع لمعنی ہونا تو معلوم و مفہوم ہے۔ یصوغ از صیاغ۔ سونا چاندی گھڑنا ہے۔ یہاں اُس کا اطلاق گیتوں اور راگوں پر موزوں نہیں، اور پھر بادل کوئی سُنار نہیں اور ضاع الصبی بمعنی صاح (چیخا) بہت چسپاں ہے بادل رو رو کر راگ الاپتا ہے۔ اس مشہور مصراع سے کتنا ملتا ہے۔

تضحک الارض من بکاء السماء

آپ کو تو محض مفردات لغۃ کے رٹنے سے سروکار ہے۔ سمجھنے کے لیے تو خدا نے کوئی اور ہی مخلوق بنائی ہے نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ اصل نسخہ میں یضوع تھا نہ کہ یصوغ۔ تصرف بیجا سر پھروں کا کام ہے۔

اتیت بمنطق العرب الاصیل   وکان بقدر ما عاینت قیلی

(۸) میں نے مرتفع نیاہ غلط لکھا ہے صحیح بناؤہ ہے۔

ہر دو نسخوں میں بناہ بتقدیم نقطۂ با ہے اس کو نباہ بتقدیم نقطۂ نون پڑھنا اس سے کہیں اسلم ہے کہ کہا جائے کہ اصل بناؤہ بالواؤ تھا جس کو کاتب نے چھوڑ دیا۔ اے صاحب! ایڈٹ کرنا آپ کا کام نہیں اور فہم تو اور بھی دور ہے۔ رہا اس کا ثبوت! تو قاموس میں ہے والنباہ کسحاب الشرف الرفیع۔ کتنا خوبصورت لفظ ہے۔ یوں بھی نبیہ نبہ نبِہ نابہ بمعنی شریف نیک نام ہر کہیں موجود ہے اور یہاں بھی یہ شرف ہی کی صفت آیا ہے۔

لطیفہ: آپ کی چالاکی ملاحظہ ہو مجھ سے شاہد مانگتے ہیں، مگر چونکہ شاہد کتب(۱) صاغانی میں ہے۔ اور وہ غیر مطبوع ہیں، یہاں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ نص لغوی نہیں مانگی، ورنہ ہم قاموس کی گزشتہ عبارت پیش کر دیتے، بایں ہمہ لغویت کا پیترا اور داؤں! وکل امرئی فی عیشہ ثاقب العقل

ویرانی کالشجا فی حلقہ — عسرا مخرجہ ما ینتزع

لم یضرنی غیر ان یحسدنی — فهو یزقو مثل ما یزقو الضوع

رہا بکری کا خود غریب لغات استعمال کرنا تو یہ لیجیے: ص ۵۲۶ لعلہ وکراو لکز ص ۸۳۸ ھذہ ھذرمۃ وحجاج مقحمۃ، ص ۸۲۲ و ۸۵۴ علی تفیئۃ مگر نباہت تو اردو تک میں مستعمل ہوتا ہے۔

رہا آپ کا اعلانِ جنگ: خل الطریق الخ سو میں نے آپ کا راستہ کب روکا تھا، آپ تو خود ہی میدان میرے لیے چھوڑ کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے ہیں۔ بہت خوب آپ اپنے گدھے سمیت گزر جائیے:۔

خل الطریق عن ابی سیارہ .... حتی یجیز سالما حمارہ

مگر ذرا سنبھل کر نکلیگا، راہ پر خار ہے:۔

قلت لمحرز لما التقینا — تنکب لا یقطرك الزحام

(۹) میں نے گویا افنع بالفا، کو اقنع بالقاف بتایا ہے، اور افنع کے وجود سے ناحق انکار کیا ہے اور کہ بکری کے اس قول کا "مقدمۂ قالی میں صرف دو غریب لغات ہیں" یہ مطلب نہیں کہ تیسرا افنع نہیں ہو سکتا میں نے نہ افنع کے وجود سے انکار کیا ہے، اور نہ اقنع کی حمایت کی ہے۔ رہی یہ بات کہ فنع سے باب افعال مجھے موجودہ معاجم میں کہیں نہیں ملا، یہ تو امر واقعہ ہے۔ آخر آپ نے بھی تو باوجود اتنی دون کی لینے کے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ ابن القوطیۃ نے بھی اس کو ذکر نہیں کیا۔ پھر غضب و قہر یہ کہ افنع

(۱) تاج میں ہے کہ یہ لفظ بروایت صاغانی ہے۔

باایں ہمہ ندرت وغرابت آپ کو غریب نظر نہ آئے۔ اگر اسنع اور مَذِل غریب ہیں، باوجودیکہ وہ ہر کہیں ملتے ہیں، تو افنع جس کا کہیں پتہ نہ ملا کیوں نہ اغرب ہو۔ سو بدیں صورت یہ تین غریب ہوئے نہ کہ دو جس طرح بکری نے کہا تھا۔ رہا آپ کا الحیا المحسب الاہماد الثمال الازل العُصرة کو غریب کہنا سو یاد رہے یہ عُجَرۂ فضولیین اور عوام کے غرائب ہیں نہ کہ علماء کے۔ بار ثبوت تو ہمیشہ مدعی کے ذمہ ہوتا ہے، آپ افنع کو ثابت کیجیے جو کسی لغت میں نہیں، جبکہ آپ نے نباہ کے لیے جو قاموس تک میں موجود ہے ہمسے شاید مانگا تھا ورنہ پھر دم مزن! آپ کا کام تو تحریف و تحکم اور ادعا، وانتحال ہے وبس!

اذا ناظرتهم لم تلف منهم سوى حرفين لِمْ لِمْ لا نسلِّمْ

رہی یہ بات کہ میرے پاس اصول ولغۃ (کذا) کی کے کتابیں ہیں؟ سو یقین مانئے میرے برابر ہند میں علمی و ادبی خزانہ بشمول آپ کے کسی فرد کے پاس نہیں، مالا عین رأت ولا اذن سمعت، مگر اس طرح آپ کے پلّہ کیا پڑیگا۔ السمط کے مؤلف نے جتنی کتابوں کے حوالے دیے ہیں اُن کی ادب میں کوئی نظیر نہیں، البتہ چونکہ آپ انتحال وسرقہ کے عادی ہیں، اور پہلے تاجر کتب ہیں پھر کچھ اور! اس لیے آپ کو تو ہرگز ہرگز نہ بتاؤنگا۔

چوتھی چھلانگ

پھر لآلی سے چھلانگ مار کر بصورت لطیفہ لوئیس شیخو کی مطبوعہ الالفاظ میں ایک غلطی پکڑی ہے۔

اجی آپ کہاں سو رہے تھے! کہ قد نمت وادلجوا شیخو تو اغلاط وادعا میں آپ کی طرح شہرۂ آفاق ہے اُس کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں سیکڑوں سے زیادہ غلطیاں نہوں، مگر حماسۂ بُحتری میں تو دو ہزار سے زائد قبیح اغلاط ہیں، جن کو بشرط درخواست ایک ایک کرکے گنا سکتا ہوں، اور اگر آپ انتحال نہ کریں، تو آپ کو بھی دکھا سکتا ہوں۔ آپ کو اُسکی محض ایک ہی غلطی نظر آئی اور اُسی کو لطیفہ بنالیا!

پانچویں چھلانگ

پھر پانچویں چھلانگ گوئیدی کی افعال ابن القوطیہ کے چار اغلاط پر ماری ہے۔

مستشرقین کے اغلاط تو الوف مؤلّفہ سے زیادہ ہیں۔ مگر اُنکی انتھک محنت مخلصانہ خدمت، بلکہ اُن کی راہِ علم میں یہ سرفروشی اور گرم جوشی آپ ایسی کاہل الوجودوں اور عیب جوؤں کے لیے تازیانۂ عبرت اور مقام موعظت ہے۔ اُن سے کچھ سیکھیے! محض طعنہ زنی کرنے آپ اُن کے درجہ میں نہیں آسکتے نہ اس طرح اُنکا وقار کچھ گھٹیگا:-

لسانك لا تنكى به القوم انما تنال بكفيك النجاة من الكرب

يا طالبا مسعاتهم لينالها هيهات منك غبار ذاك الموكب

کیا اُن کے علمی کارناموں پر ہاتھ صاف کرنے سے کام بن آئیگا؟ کیا سرزمینِ ہند میں ایسے سرقے چل جائینگے؟

اور کیا ہند کی دنیائے علم کی آنکھوں میں خاک جھونکی جائیگی؟ کیا معارف کو اسی علم سے واسطہ ہے؟

(۱۰) حدیث ابو موسیٰ مرویۂ بکری کی میں نے تخریج نہیں کی اور اُس کے چند شواہد لکھ دیے ہیں۔

حدیث مذکور نو آلی ہیں موجود ہی تھی مجھے اُس پر اضافہ کرنے کی کوئی گنجائش نظر نہ آئی، اس لیے علماء حدیث کے طریقے کے مطابق اُس کو شواہد سے پختہ کر دیا، جو تمام تر جامع صغیر سنہ ۱۳۲۱ھ ۲ ؍ ۱۱۱ سے لیے گئے تھے متن یہ ہے: لو کان لابن آدم واد من مال لابتغی الیہ ثانیا ولو کان لہ وادیان لابتغی لہما ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب۔ رہا اس کے جملہ طرق کو جمع کرنا اور جملہ الفاظ بالاستقصار مع حوالات یہاں نقل کرنا نیز اُس سورت یا آیت مرفوعہ (وحیٔ[۱] غیر متلو) کے اُٹھا لیے جانے کی بحث تو اس کے لیے اتقان کے طرز کی کتابیں موزوں تھیں، نہ کہ ادبی تالیفات جو کبھی بھی حدیث کا حشر نہ بنینگی۔ البتہ بشرط ضرورت اس پر ایک جُداگانہ مقالہ لکھا جاسکتا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ یہ تو محض ایک بڑا بُرا تبع ہے و بس! یہ غلطی کہاں کی ہوئی؟ آپ کی قرآن دانی کا تو یہ عالم ہے کہ سبع سنین دأبا کو آپ آٹھ سمجھے ہوئے ہیں، آپ کو مشہور ترین حدیث البینۃ علی المدعی کی خبر تک نہیں، اور جس طرح آگے آئیگا آپ متعدد صحابہ اور اُن کے اعزہ کو جاہلیت کی موت مارتے یا اُن کا ٹھکانا نعوذ باللہ دوزخ میں سمجھتے ہیں حالانکہ اُن کے اسلام کا قصہ تو صحیح بخاری و سیرت وغیرہ میں موجود ہے۔ ان حرکات سے آپ مُحدِث تو ہوسکتے ہیں مگر محدث بننا بڑا مشکل ہے۔

طلب الابلق العقوق فلما ۔۔۔ لم ینلہ اراد بیض الانوق

(۱۱) بعض احادیث کی تخریج نہیں کی۔

سو یہ بھی ایک عدد غلطی ہوئی۔ مگر کوئی پوچھے کہ یہ کہاں دعویٰ کیا تھا؟ کہ جملہ احادیث کی تخریج کر دی جائیگی، یا اس ادبی کارنامہ کو مرجع احادیث بنا دیا جائیگا۔ آخر اپنی محنت کو رائیگاں کرنے اور کتاب کو فضول طول دینے سے کیا حاصل! آپ نے یہاں کونسا تخریجات کا ڈھیر لگا دیا ہے محض دوسروں سے ہر شے کا مطالبہ کرکے اپنا علم بڑھانا ہی سیکھا ہے۔ مگر یہ تو کوئی سیکھنے کے ڈھنگ نہیں ہیں۔

خل ما تراہ ودع شیأ سمعت بہ ۔۔۔ فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن زحل

(۱۲) شارح نے نسیئ کی بابت لطیف بحث کی ہے (کہ کبیسہ ہے) میمن نے ناحق اُس کی تغلیط کی ہے۔

قالی نے بروایت ابن الانباری نسیئ کو بمعنی تقدیم وتاخیر بتایا ہے، مگر بکری نے اس کو بمعنی کبیسہ لکھا ہے،

---

(۱) گزشتہ آیت بقول ابن سلام سورۂ یونس میں (نفصل الایات لقوم یتفکرون) کے بعد تھی۔

اور یہ قطعاً نہیں سوچا کہ مادۂ نس بمعنی تاخیر ہے، اور کبیسہ کے معنی آیۃ پر کیسے چسپاں ہونگے، نیز ان ابیات "شہور الحل نجعلها حراما اور شهور هم الحرام الی الحلیل کے کیا معنے ہونگے؟ کبیسہ یعنی ہر قمری سال کا شمسی سال سے فرق دس یوم میں ساعت ہے اس مدت کو کونسا عقلمند شہور کہیگا؟

وان لسان المرء مالم تکن له حصاة علی عوراته لدلیل

پھر یہ محض ابن الانباری اور قالی کا قول نہیں، یہ تو صحابہ ابن عمرؓ ابن عباسؓ وغیرہ اور ابن اسحٰق سے تفاسیر میں مروی ہے۔ بکری کا مقولہ سلف کی تفاسیر میں عموماً نہیں، مگر معترض کی چالاکی ضرور قابل ملاحظہ ہے کہ آخر میں دبی زبان سے اقرار بھی کرلیا ہے (اس کے علاوہ وہ بلا تقیید ردّ و بدل کرتے تھے) اس طرح بڑی گنجائش نکال لی ہے:۔

أقر كاقرار الحليلة للبعل

وكانت زفرة ثم اطمأنت كذاك لكل سائلة قرار

یہ ہے یا ایں شوراشوری یا بایں بے نمکی! چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ بکری کا کبیسہ جبکہ قرآن و حدیث و اشعار عرب میں مراد نہیں تو پھر وہ لغات و نجوم کا تھا یہاں کس مرض کی دوا ہے۔

اب لیجیے میمن کے (صحیح آپ کے بالاستحقاق) اغلاط۔

ا۔ عن ابی کناسة کما فی التاج پر لکھتے ہیں صحیح عن ابی کناسة عن شیوخه ہے۔ مگر یہ تو سراسر ابلہ فریبی ہے۔ جب شیوخ مجہول ہیں تو اُن کے ذکر سے آخر حاصل کیا؟ کیا اُن کا ذکر کیے بغیر یہ روایت بجائے ابوکناسہ کے کسی اور کی بنجائیگی؟ یا دوسروں کی طویل عبارتوں کا اختصار ممنوع ہے! کوئی بھی سند جس میں کوئی مجہول موجود ہو صحیح نہیں ہوسکتی، تو پھر آپ کا صحیح کہنا ہی غیر صحیح اور اصول حدیث سے ناواقفیت کی صحیح سند ہے۔ اگر کہا جائے کہ (حضرت عمرؓ کی حدیث) تو کیا ضرور ہے کہ وہ موقوف ہی ہو مرفوع بھی تو عمرؓ ہی کی کہلائیگی۔ حفظت شيأ وغابت عنك اشياء

ب۔ میری تحریر اولهم علی ما فی السيرة والتاج عباد بن حذيفة پر لکھتے ہیں کہ یہ دونوں کتابوں پر بہتان ہے، دونوں میں حذیفہ بن عبد ہے کما قال ابن حبیب

اس بے بصری و بے بصیرتی پر یہ قیامت کا شور!

انا ذو عرفت فان عرتك جهالة فانا المقيم قيامة العذال

بکری نے بروایت ابن حبیب اوّل الناسئین حذیفہ کو بتایا ہے اور پھر لکھا ہے کہ "حذیفہ کے بعد اُس کی اولاد کو یہ منصب وراثۃً ملا جن (اولاد حذیفہ) میں کا پہلا قلع بن حذیفہ ہے" اس پر میں نے بذریعہ حاشیہ نمبر۲ لفظ "قلع" پر لکھا ہے کہ ان (اولاد حذیفہ) میں سے پہلا سیرۃ (اور تاج)[1] کے مطابق عباد بن حذیفہ ہے پھر قلع الخ۔ اس بے بصارتی کا بُرا ہو کہ میرے قول اولھم کا مرجع اولاد حذیفہ تھے نہ کہ ناسئین۔ کہ حاشیہ کا نمبر اولاد حذیفہ پر تھا نہ کہ اول الناسئین پر، مگر ان بصیر صاحب نے تو عمیان کو بھی مات کر دیا۔ چاہ کن را چاہ در پیش! فارجع البصر هل ترىٰ من فطور ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خاسئاً وهو حسير۔

ج۔ قال اللیثی پر یہ نہ لکھا کہ یہ کون ہے؟ نہ مقولہ کی تخریج کی۔

میں نے علی العموم لیثی کے نیچے لکھ دیا ہے کہ وہ جاحظ ہے، دیکھو صفحات ۱۸، ۸۵، ۹۲، مگر ۶۶۹ پر تو اُن کے لیثی ہونے کی وجہ بھی لکھ دی:۔ اللیثی یرید به الجاحظ فی الحیوان من حیث اختلس هٰذا الفصل وهو مولى ابی القلمّس الکنانی واللیث هو ابن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ۔ پھر ٹونک حدود غور میں تو نہیں کہ: بود شہرے بزرگ در حد غور ÷ واندراں شہر مرداں ہمہ غور۔ بلکہ میں نے خود بھی ذیل اللآلی میں جاحظ کی بجائے لیثی ہی لکھا ہے، دیکھیے صفحات 3 و 4 و 7 و 10 و 23 و 40 و 58 و 61 وغیرہ۔ کہیں تصریح نہیں کی ص ۱۰۹، ۱۷۹، کہیں جاحظ ہے 48 و 49 و 52 و 59 و 75 و 86، کہیں عمرو بن بحر ہے ۸۶۵۔ رہا اس مقولہ کی تخریج چھوڑ دینا تو میں نے بلا دعوے نظر انداز کر دی اور آپ نے با ایں ہمہ دعاوی۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان خواہائے پریشاں کو آخر تغلیط سے کیا سروکار؟ کیا حشو و زوائد کی یہی افواج منہزمہ لے کر آپ میدان میں اُترے ہیں:۔

اذا انت الاساءۃ من لئیم ولم الم المسیئ فمن الوم

(۱۳) اصل میں کبھی عمرو اور کبھی عُمیر بتانا تناقض ہے۔ پھر دو تحریفیں ہیں عمرو کو عمیر اور جذل الطعان کو ابن جذل الطعان کہنا۔

میں نے لابن جذل الطعان عمیر کو ترجیح دی ہے۔ اصل میں لجذل الطعان عمرو[2] تھا جس میں دو فرق ہیں اس لیے دو حاشیے دیے۔ آپ کو تو اپنی طرح ہر شے میں تناقض ہی نظر آتا ہے:۔

---

(۱) اور تاج کی بجائے یوں بنالیں (وعند ابن کثیر ۵ بر ۱۰۵) (۲) اس کو کمپوزیٹر نے عمیر بنا دیا ہے۔

لقد کان فی عینیک یا حفص شاغل وانف کثیل العود عما تتبع
فعیناک اقواء وانفک مکفأ ووجھک ایطاء فانت المرقع

عمیر کو یوں ترجیح دی ہے کہ مرزبانی ۲۴۳ نے اس کو باب من اسمہ عمیر میں ذکر کیا ہے جہاں دس عمیر اور بھی ہیں، نیز سیرۃ (جس سے قدیم تر دستاویز عربی میں نہیں) لسان اور تاج میں بھی۔ رہے ابن الانباری سو ممکن ہے کاتب کا تصرف ہو۔ آپ تو خود لکھتے ہیں کہ عمرو عمیر کی بحث چنداں قابل اعتنا نہیں، مگر با ایں ہمہ میمن تو عمرو کو بحوالات سابقہ عمیر بنانے میں غلط کار ضرور رہے۔ آپ کو اپنے متعلق بہت مغالطہ معلوم ہوتا ہے۔ ہر زندہ سے مطالبات کرتے کرتے مُردوں تک نوبت پہنچی، کہ (جذل الطعان خود آن کر ہمارے سامنے اپنا صحیح نام پیش کرے) آپ کو معارف کے متعلق بہت حُسن ظن ہے کہ اس کے بازار میں ایسی سفاہتیں چل جائینگی مگر فلا الکرج الدنیا ولا الناس قاسم۔ رہا الجذل کو ابن الجذل بتانا سو خود بکری نے ص ۴۶ پر، الاسود الاعرابی نے اصلاح النمری میں، مرزبانی نے ۲۴۳ پر، اور لسان و تاج نے (ضنأ میں) ابن ہی سے لکھا ہے۔ تناقض کلام تو آپ کا ہے کہ "خاندان جذل الطعان کے ہر فرد کو جذل الطعان کہا جا سکتا ہے" بہت خوب جب ہر بیٹا بلا وجہ باپ بن سکتا ہے، تو بذریعۂ ابن مطابق اصل بیٹا ہی بنا رہنا تو اور آسان ہے بعض لوگ ابوسعید سیرانی کے فرزند ابو محمد کو گو سیرافی لکھ دیتے ہیں مگر اُن کے لیے ابن السیرافی زیادہ عام ہے۔ یہ بھی آپ کی اُلٹی منطق کہ آخر دبی زبان سے میمن کی دونوں باتوں پر ایمان لے ہی آئے، مگر بعد از خرابی بسیار! جادو وہ ہے جو سر پہ چڑھ کر بولے!

ابلغ ما یطلب النجاح بہ الطبع وعند التکلف الزلل

(۱۴) شویعر لیثی کے نام کی تحقیق نہیں کی۔

غلطی بہر حال ایک فعل ہے، مگر آپ کی قاموس میں کچھ نہ کرنا بھی غلطی ہے۔ مگر کیا اس طرح آپ خود جو تن آسانی اور ترک عمل کی غیر متحرک تصویر ہیں سراپا غلط نہ ٹھہرینگے؟ ابیات محولہ (غلط اردو) ابن الاسکر کے ہیں، وقیل للشویعر اللیثی۔ قیل کی تمریض (صحیح مرض) اُس کو اس قابل نہیں بناتی کہ یہاں اُس کا ترجمہ دیا جائے، آخر یوں بھی تو وہ شویعر (شاعر بچہ) ہی ہے، کیوں صاحب اس طرح کتاب اور طویل نہ ہو جاتی، اور طبع غیر کثیف پر ناقابل برداشت بار بڑھ نہ جاتا؟ ورنہ پھر جواب دیں کہ آپ نے محمد ابن ابی

(۱) نسخۃ الاصل الوحید ورقہ ۲۱۔

حمران کو یہاں کیوں چھوڑدیا، جواس لیثی سے کہیں زیادہ شویعر کہلاتا ہے۔ اللآلی ۸۴۰، ۷ و ۹۳۸۔

(۱۵) اُمیۃ بن العسکر (کذا) کے نسب میں عبداللہ خود سربال الموت ہے نہ کہ ابن سربال الموت۔ پہلے نام کی تصحیح تو کر لیجیے کہ ابن الاسکر بالالف ہے۔ پھر ادھر آئیے! ہم نے جمحی ۴۴ اغانی ۸، ۱۵۶ اور خزانہ ۲ × ۵۰۵ کے استناد پر ابن لکھا ہے جمحی اصمعی تک کا استاذ ہے، ابن ماکولا اُن کے دوسو برس بعد عالم وجود میں آتے ہیں، یعنی کہ گویا وہ کعصف مأکول ہیں۔ صرف اُن کا بیان (عبداللہ ہی سربال الموت ہے) کافی نہیں، وہ خود یا نیابۃً اُن کی طرف سے آپ اپنی سند پیش کریں! یہ مطالبہ اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ مُردے کو قبل از قیامت ونفخ صور قبر سے اُٹھا کر آن جناب کی سلیمانی عدالت (صحیح عدلیہ) میں پیش کیا جائے میں السمط ۱۳۵ و ۲۸۳ میں پہلے ہی لکھ آیا ہوں کہ انساب کے برابر کسی علم میں تخلیط و تبدیل و تحریف و تصحیف نہیں ہوئی۔ اب بجز اس کے چارہ نہیں کہ جو روایتیں ہم تک پہنچی ہیں اُن پر قناعت کریں، اور امانت و استقصاء سے جملہ اقوال کو ڈھونڈھ نکالیں اور پیش کردیں۔ یہ سمعی علم ہے اس میں مجتھد (صحیح غیر مجتھد) کے اجتہاد کو دخل نہیں:-

نقیضانِ مختلف نجرُنا أُحبّ العلاءَ ویهوی السِمَنْ

(۱۶) بکری القتال الکلابی کو بروایۃ ابی زید جاہلی بتاتا ہے، اس کا ثبوت بجائے اُس کے مجھ سے مانگا جاتا ہے۔

مگر ثبوت دیدینے سے آخر شمار تو میمن کے اغلاط ہی میں ہوگا نہ! جائیے جائیے! راستہ ناپیے!

بروایں دام بر مُرغ دگر نہ! که عنقا را بُلند است آشیانہ!

اری العنقاء تکبران نصادا فعاند من تطیق لہ عنادا

یہ دنیا میں جینے کے لچھن نہیں ہیں!

میں تو بقول آپ کے بکری کا دشمن ہوں، اور آپ ہوئے اس غربت میں اُس کے غم گسار! شاید ہنوز آپ یہ معلوم نہیں کہ ابو زید کی ۴۵ تالیفات بھی دنیا میں زندہ نہیں۔

(۱۷) حدیث ان ابغض الرجال الخ کی تخریج نہ کی۔

سو یہ بھی میمن کی وہ غلطی ہوئی جس کی کدورت سے عربی زبان کو پاک کرنا مومن (برادری کے ہر فرد) کا فرض تھا۔ دنیا بھر کا کوڑا کرکٹ میمن کے اغلاط کی فہرست کو بھرنے کے کام لایا جارہا ہے، شاید ناظرین معارف

کے متعلق کوئی غیر معمولی حسن ظن آنجناب کے چوڑے چکلے بھیجے میں سما گیا ہے۔ آپ باوجود بکری کی جھوٹی حمایت کے دعوے کے یہاں اُس پر ایک (غیر) صحیح نقد وارد کرنے کے منصوبے باندھ رہے ہیں۔ آپ کے پیشِ نظر تو محض صحیحین کے الفاظ ہیں وبس! بیچارے بکری کی خطا محض یہ تھی کہ اُس نے الخصم الالد لکھا جس پر آپ نے مسلم کا لفظ الالد الخصم دھر گھسیٹا، اور اُس کی تغلیط کی ٹھان لی، حالانکہ روایت بالمعنی کی صورت میں تو سرے سے الفاظ کا زمین آسمان ہی بدل جاتا ہے، ابھی آپ نے دیکھا ہی کیا تھا جو اتنے چراغ پا ہوئے :-

نحواك عين على نجواك يا رجل ۔۔۔ حتام لا ينقضي قولك الخطل

(۱۸) من خاصم فجر الحدیث کی تخریج چھوڑ دی۔

جی ہاں! بجا ہے! جس طرح کلام پاک نے با ایں ہمہ اہمیت آپ ایسے مؤمن کو ذکر تک نہ کیا یقین مانیے کہ احادیث کے ثبوت و وضع کے سلسلہ میں آپ کا حکم :- کہ[1] .... عنز بذی الجحفة سے زیادہ قیمت نہیں رکھتا۔ افسوس احادیث پر سنسر نہیں! یہاں وہ ہاتھ بھی حرکت کرتے ہیں جو خود غرضی کے بندے ہیں یہ حدیث اگر لفظاً ثابت ہو جائے تو معنیً بالکل صحیح ہے، آپ اس کو محض اس لیے موضوع کہتے ہیں کہ آپ مسلمانوں سے خصومت کرنے کے عادی ہیں، اور پھر اس حدیث کی تہدید سے بچنا بھی چاہتے ہیں۔ یہ بات بیحد دلچسپ ہے کہ میمن کا اس (بقول آپ کے موضوع) حدیث کی تخریج کو چھوڑ دینا سخت غلطی ہے، گویا موضوعات کو بھی صحیح قرار دینا کوئی فرض ہے۔ یہ تو آپ ہی کو مبارک رہے : فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

ليس بمسخوط فعال امرئ ۔۔۔ كل الذي يأتيه مسخوط

(۱۹) بالغ کی زبان سے غلطی پسند نہیں کی جاتی اور پھر توحیدی کو حسب عادت گالی دی ہے (حیلہ سفاہت جرأت)

اگر آپ پیر نابالغ نہیں ہیں تو پہلے اپنی ان سو سے زائد غلطیوں کا حساب دیجیے۔ چہ خوب توحیدی بھی میمن کے اغلاط کی فہرست میں اضافہ کریں۔ اے بصیر صاحب! لونڈیوں کے لحن (غلط) کو پسند کرنا تو خود جاحظ کا پہلا قول ہے پھر ابن قتیبہ[2] آپ کے ابن درید ابن منظور بلکہ عربیۂ باسلیقہ ہند بنت اسماء بن خارجہ بلکہ امیر معاویہ وغیرہ کا بھی جو بقول آپ کے حیلہ باز سفہاء اور ڈھیٹ ہیں۔ الاماں!

لقد جللت خزيا هلال بن عامر ۔۔۔ بني عامر طرا بسلحة مادر

---

(۱) کفعلة (۲) عیون الاخبار ص ن و ۲ × ۱۲۲ -

(۲۰) میرا یہ قول وکلامہ فی الملاحن متردد بین المعنیین ابن درید پر افترا ہے۔
سچ مچ هبنقة القیسی اس سے زیادہ عقلمند (برعکس نہند نام زنگی کافور) نہ تھا، یہ لیں الملاحن
مصر ص ۶ کی عبارت: قیل لمعاویة ان ابن زیاد یلحن فی کلامہ، فقال اولیس بظریف ابن
اخی یتکلم بالفارسیة فظن معاویة ان الکلام بالفارسیة لحن اذ کان معدولا عن جہة العربیة
وقال الفزاری: منطق البیت یرید انہا تعرض فی کلامہا وحدیثہا فتزیلہ عن جہتہ فجعل ذلک
لحنا فاما اللحن فی العربیة فہو راجع الی ہذا الخ یہ عبارت بانگ دہل کہہ رہی ہے کہ لحن بمعنی غلطی
ہے۔ مگر مؤلف الملاحن یعنی ابن درید کا مقولہ مندرجہ العیون ابن قتیبہ (استثقل منہا الاعراب) تو
آفتاب سے زیادہ روشن ہے! یاللناس ویاللدواھی!

ادنی خطاك الہند والصین وکل نحس بك مقرون
تھوی بك الارض الی بلدة لیس بہا ماء ولا طین

(۲۱) کتاب میں پہلے فی ابنی مالك بصیغۂ تثنیہ پھر ابنا مالك یا ٔمرکہان تنزرھم (اس کے
ھم پر میں نے حاشیہ لکھا ہے کذا بلفظ الجمع عند الجمیع) اور پھر بنی مالك آیا ہے۔ اس پر لکھتے ہیں کہ میں
چکرا گئے ہیں۔ الجمیع سے نہ معلوم کون مراد ہیں؟ عقد نہیں دیکھی، اور کہ صحیح بنی مالك اور ابناء مالك ہے۔
ان باتوں کا تعلق فہم وتدبر سے ہے نہ کہ جہالت ووقاحت سے۔

(ا) ہیمن سچ مانیے! چندے البرز ہے، اور چندے ہمالیہ:- ثہلان ذوالھضبات لا یتحلحل
(ب) الجمیع سے بکری کے دو نسخے، نقائض ابی عبیدہ، اور عقد مراد ہیں اور یہی پہلے ذکر ہوئے ہیں۔
(ج) عقد دیکھی ہے اور حوالہ دیا ہے وروایة السکری ھی لابی عبیدة فی النقائض ۳۰۵ فی خبر
یوم الوقیط والعقد ۳ × ۳۳۰ عند جہاں سے یہی نہیں کہ آپ نے اُڑا لیا ہے بلکہ دنیا کو دھوکا بھی دیا ہے:

واذا اشار محدثا فکأنہ ... یقہقہ او عجوز تلطم
وتراہ اصغر ما تراہ ناطقا ویکون اکذب ما یکون ویقسم

(د) لآلی دیکھ لیں ص ۲۱ کہ ابنیْ مالك پھر ابنا مالك ہر دو بلفظ تثنیہ پھر تنذرھم کا ھُم۔ انہی کی طرف راجع
کیا ہے، اور مقام تھا تثنیہ کا۔ اسی لیے محولہ سابق حاشیہ لکھ کر ایڈیٹر اپنے فرض سے عہدہ برا ہوا ہے، مبادا
کوئی خامکار یہ نہ سمجھے کہ ضمیر جمع ایڈیٹر یا کمپوزیٹر کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ آپ عقد کے بیان کے مطابق صحیح

صیغہائے جمع کو قرار دیتے ہیں، مگر عقد کے برابر اب ہیں کوئی محرف ایڈیشن نہیں، اور نقائض ولآلی کے نسخ تو کہیں ارفع و اعلیٰ ہیں۔ معنیٰ تثنیہ و جمع اور ایک تثنیہ اور ایک جمع بھی صحیح ہیں، اس لیے کہ دو قبیلے بھی حقیقۃً جمع ہیں، ایسی حالت میں امانت کا اقتضا یہی ہے کہ ائمہ کے الفاظ میں احتیاط و محافظت سے کام لیا جائے۔ مگر آپ کو تو یہ باتیں چھو ئی تک نہیں، والمرء عدو ما جھلہ۔ واللہ دَرّ بوغم من جھلہ

(۲۲) میں نے بروایت ابن رشیق و بغدادی[2] لکھا تھا کہ جنگ وقیط عہد عثمان رض میں ہوئی تھی اس پر آپ مجتہد مطلق بلکہ دورتن ہندی سے زیادہ معمر بن کر لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں اس لیے کہ اس جنگ کا سپہ سالار ابجر اسلام سے پہلے ہی مرچکا تھا، اور کہ اُس کا فرزند حجار عہد فاروقی میں اسلام لایا تھا، نیز اس جنگ کے شرکاء اسلام سے پہلے ہی مرچکے تھے، ورنہ پھر صحابہ میں مذکور ہوئے ہوتے۔ پھر حُکیم نہشلی شہسوار جنگِ وقیط کی رجز نقل کی ہے، جس کو آئندہ پھر حضرت ابو بکر رض نے پڑھا تھا کما فی الصحیحین اور عنترۂ جاہلی نے حُکیم کے قتل کا ایک بیت میں ذکر بھی کیا ہے۔

علماء سلف کے مُنہ آنا مُنہ کی کھانا ہے، کُجا راجہ بھوج کُجا نتھوا تیلی؟ اللہ اللہ! یہ جھوٹ کی پوٹ اور یہ نوچ کھسوٹ!

(۱) ابجر اور حجار دونوں باپ بیٹے دربار فاروقی میں آئے تھے۔ حجار اسلام لایا اور ابجر بعہد علی رض اُن کی شہادت سے کچھ ہی پہلے مرا، بروایۃ الطبرانی والمرزبانی کسی سے اصابہ نمبر ۱۹۵۵ پڑھوالیں۔

(ب) شرکاء نے اسلام کا عہد پایا ہے۔ ضرار بن القعقاع بن معبد بن زرارہ شریکِ جنگ آں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، بلکہ سونے پر سہاگا یہ کہ اُن کے والد بھی صحابی تھے، اور اُن کا اسلام تو صحیح بخاری مع الفتح ۳۲۵ھ ۸ و ۶۱ و ۱۴۷ سیرۃ ۹۸۳ و مع السہیلی ۲ و ۲۵۸ میں بھی مذکور ہے، ابو بکر رض نے آنحضرت سے کہا کہ ان کو امیر بنایا جائے بلکہ آپ کے ابن حجر (اصابہ نمبر ۴ ۱۴۷) تو لکھتے ہیں کہ اُن کا ذکر تو جنگ حُنین میں بھی آیا ہے جس کو بغوی نے الصحابہ میں بسند صحیح روایت کیا ہے، بلکہ ضرار کے چچا حاجب بھی مسلمان تھے اصابہ نمبر ۱۳۵۸۔ میمن کو تو نہ حدیث آتی ہے نہ اُسے بخاری کی کچھ خبر! مگر آپ تو چشم بددور! بڑے مُحدّث تھے اور حدیث کے گھونسلے (آپ کی مثل لیس بعشك الخ سے) کو اپنا نشیمن بنائے ہوئے فکر صیّاد سے آزاد تھے، اب کس نے

---

(۱) نمبر ۲۲ (ھ) میں آئیگا کہ عقد کی تحریف نے آپ کو چاہ ضلالت میں اُتار دیا ہے۔
(۲) آپ اس کے خزانہ کے نام کی بجائے محض جلد و صفحہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ (۳ و ۴ ۸)

یہ پر قینچ کر دیے ؟؟ ؟ اب ناحق حدیث کا پیچھا نہ کیجیے، اگر آپ کو ادب و انساب و رجال سے کچھ بھی واسطہ ہے تو دیکھیں آپ کے ابن درید اشتقاق ۱۴۵ میں کیا لکھتے ہیں: وادرك القعقاع الاسلام ووفد الى النبی صلعم وللقعقاع فی وفادتہ حدیث یحدّث بہ عن عبداللہ بن المبارك

(ج) اصابہ بسلسلہ صحابہ آپ کی مسلّم کتاب ہے بعد البخاری والسیرۃ۔ ناظرین! اب ذرا آپ کے اس قول کو ایک بار اور دُہرالیں کہ ابجر عہد اسلام سے پہلے ہی ختم ہوگئے تھے، اور کہ حملہ شرکار و قیط بھی اسلام سے پیشتر مرکھپ گئے تھے، ورنہ کتب صحابہ میں مذکور ہوئے ہوتے کہ کس طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم کو جاہلیت کی موت مارتے ہیں سبحانك ھٰذا بھتان عظیم:-

ھم یطلبون فمن ادرکوا وھم یکذبون فمن یقبل
فمنك الرؤس غداۃ الوغی وممن یعادیکم المُنصُل

(د) رجز حکیم متعدد موقعوں پر پڑھی گئی ہے (نقائض و تبریزی) حکیم کا پڑھنا ثابت ہے، مگر اُس کے قائل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں، صحیح بخاری میں محض ابوبکرؓ کا پڑھنا مذکور ہے وبس! پھر اُن کے بعد بھی ایک اور جنگ میں پڑھی گئی ہے یعنی کہ وہ باصطلاح ادبا، من عائر الرجز الذی لایدری لمن ھو؟ ہے۔ ممکن ہے حکیم ابوبکرؓ سے قدرے معمّر ہو (گو یہ ثابت کرنا بھی مشکل ہے کہ حکیم قتل کی موت مرا ہے اور وہ بھی اُن کے بعد) مگر اس سے کوئی مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا۔

(ہ) عنترہ کا محولہ بیت اُس کا نہیں، نہ اُس کے دیوان میں اُس کا کہیں پتہ! ابوعبیدہ نے نقائض میں اُس کو عمیر بن عمارہ التیمی کے نوابیات میں سے لکھا ہے اور عنترہ اسی عمیر کی تصحیف ہے جو کم علمی کے باعث آپ کو بہکانے میں کامیاب رہی۔ دیکھا العقد کس درجہ محرّف اور ناقابل اعتبار ہے کہ آپ کو مُنہ کے بل گرادیا۔

قتل الذی عابھا من عائب حنق اقصِر فوأس الذی قدعبت للحجر

(باقی)

لطائفِ ادبیّہ

قندِ پارسی

از جناب نہالؔ سیوہاروی

دگر بہ نغمہ سرایانِ غیب ساز کنم
کجاست بادہ کہ شرحِ جہانِ راز کنم

حرام باد مرا ایں خرابی و مستی
اگر ز دیرِ خرابات احتراز کنم

زمانہ تاب و تبِ عشق برنمی تابد
ز سوزِ خویش کرا آشنائے راز کنم

بقیمتش نرسد کنز و گنجِ سلطانی
سزد مرا کہ بکالائے خویش ناز کنم

مراست قدرت آں نالہا کہ از شبِ تار
بروئے عالمِ خوابیدہ صبح باز کنم

مرا ببیں کہ دہم طرحِ نو زمانہ را
مراد آں کہ بدورِ زمانہ ساز کنم

قلندرم کہ بکامم زلال و دُرد یکیست
میانِ کلفت و راحت نہ امتیاز کنم

چہ شوخ طالعِ من ہست ہم نفس بنگر
غمِ حیات خورم کارِ نے نواز کنم

حریفِ لذّتِ حق نیست گوشِ بزم ہنوز
چساں گریز ز پیرایۂ مجاز کنم

سمندِ جرأت ہمت سپردہ اند بمن
کہ در جہانِ غم و رنج ترک و تاز کنم

بریں جسارت دعوی بہ چیستم یعنی
کہ نالہ گفت دلِ کوہ را گداز کنم

نہالؔ در چمنِ گلرخاں نصیبم باد
کہ با نوائے خوشِ عندلیب ساز کنم

یادِ ایام

از مولانا رشدی القادری حیدر آبادی فاضل دیوبند

یاد آیا میکہ لب تک آہ بھی آئی نہ تھی
میری ہستی پر فضائے بیکسی چھائی نہ تھی

دل کو بہلاتی تھی میری رات کی ساکت فضا
ظلمتِ شب سے طبیعت مری گھبرائی نہ تھی

ہر نظر تھی شادماں ہر آرزو تھی کامراں
یوں کبھی میرے لبوں میں غم کی شہنائی نہ تھی

دیدۂ بیدار نا فہم اصولِ ہجر تھا
قلب آسودہ کو فکرِ شامِ تنہائی نہ تھی

بے خبر تھا آج تک میں حسن کے اطوار سے
میرے دل کو آج تک غم سے شناسائی نہ تھی

وہم تھا میری نظر میں سوزِ عشق و سازِ حسن
زندگی میری خراب کوئی رسوائی نہ تھی

عشق کی بربادیاں میری چمن سے دور تھیں
طبعِ راحت زا کو فکرِ دشت پیمائی نہ تھی

نغمۂ الفت سے نا محرم مرے لب تھے ہنوز
مستیٔ رنگِ الم دل پر ابھی چھائی نہ تھی

تھا خیالِ آستاں بوسی کسی کا وجہ عار
اس طرح دل کو تمنائے جبیں سائی نہ تھی

بے اثر سی بات تھی ذکرِ شراب و جام و کیف
میری خودداری ہلاک بادہ پیمائی نہ تھی

میں سمجھتا ہی نہ تھا کیا چیز ہیں بربادیاں
میری حالت پر جنوں کی لطف فرمائی نہ تھی

میں نہ شاعر تھا نہ لطفِ شاعری سے آشنا
فکرِ عالی کو مجالِ عرش پیمائی نہ تھی

حسن کی لہروں میں بل کھاتا تھا اک امرِ محال
عشوہ ہائے جانستاں کی صدا بھی پائی نہ تھی

میں ہوا کرتا تھا ہر دم شادکام و بامراد
یاس میری آرزو کے پاس تک آئی نہ تھی

خوشتر آن وقتی کہ میری جنتیں آباد تھیں
یاد آیا میکہ دل کی راحتیں آزاد تھیں